جی چاہتا ہے نقشِ قدم چومتے چلیں

غازی
محمد بن عبد الکریم الخطابیؒ

خان یاسر

امی، ابّی اور دادا کے نام

جن سے میں نے سیکھا کہ
عظیم شخصیات
آسمان سے نہیں اترتیں
بلکہ
زمین پر پیدا ہوتی ہیں،
زمین سے وابستہ ہوتی ہیں؛
اور یہ کہ
ہر بچہ
اگر 'چاہے'
تو 'بڑا' آدمی بن سکتا ہے...

یہ غازی یہ تیرے پر اسرار بندے
جنہیں تو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی
دونیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

”امیر محمد بن عبدالکریم عصر حاضر میں صرف اسلام ہی کے بطل جلیل اور جری شیر نہ تھے بلکہ انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو وہ پورے عصر حاضر کے بطل جلیل تھے۔ دوسری قوموں میں ان کا ثانی نظر نہیں آتا۔عبقریت یہ نہیں ہے کہ کسی شخص نے کس اہمیت اور قدر و قیمت کے کارنامے انجام دیے بلکہ عبقریت یہ ہے کہ وہ کارنامے انجام دیتے وقت اس کے پاس کیا ذرائع و وسائل تھے۔ وہ لوگ جنہیں رجل عظیم کہا جاتا ہے، ان کا جائزہ لیا جائے تو ہم دیکھیں گے کہ انھوں نے جو کارنامے انجام دیے، اسباب و وسائل کے ذریعے انجام دیے، جو یا تو ان کے پاس میدان عمل میں آنے سے پہلے ہی موجود تھے یا انھوں نے اپنے گرد و پیش کی طرف ہاتھ بڑھا کر جمع کر لیے اور ان اسباب و وسائل کی مدد سے وہ دشمن پر غلبہ پانے یا پیش نظر مقصد حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس قسم کے رجال عظیم نے جو کچھ بھی کیا اس میں حیرت کی کوئی بات نہیں، لیکن امیر محمد بن عبدالکریم نے جب استعمار کے خلاف آزادی کا پرچم لہرایا تو ان کے ہاتھ بالکل خالی تھے۔ بس ان کی فطری صلاحیتیں تھیں یا قوت ارادی؛ جن کے ذریعے انھوں نے اپنے وقت کی دو بڑی طاقتوں کو الگ الگ شکست دینے کا وہ کمال کر دکھایا، جس پر انسان حیران اور ششدر رہ جاتا ہے۔“[1]

(امیر شکیب ارسلان)

محمد بن عبدالکریم الخطابی

پیدائش اور بچپن: محمد بن عبدالکریم الخطابی 1882 میں اجدیر (مراکش) کے ایک معزز خاندان میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد علاقے کے قاضی تھے اور اپنے علم وعدل کے لیے علاقے بھر میں مشہور تھے۔ پانچ سال کی عمر سے محمد بن عبدالکریم کی پڑھائی کا آغاز ہوا؛ بہت جلد آپ نے قرآن مجید حفظ کرلیا۔ 1892 میں ان کا خاندان ایک قبائلی جھگڑے میں الجھ گیا۔ محمد بن عبدالکریم کے والد قبائلی رواجوں اور اس قسم کی لڑائیوں کے سخت مخالف تھے اس لیے وہ مع خاندان اجدیر سے تطوان ہجرت کر گئے۔ تطوان ایک علمی مرکز کی حیثیت سے مشہور تھا، محمد بن عبدالکریم 1899 تک وہاں عربی اور اسلامی قانون کی تعلیم حاصل کرتے رہے۔ قبائلی جھگڑے کے ختم ہونے کے بعد ان کا خاندان اجدیر واپس آ گیا۔ 1905 میں محمد بن عبدالکریم الخطابی نے فاس کی قیروان یونیورسٹی میں داخلہ لیا یہاں سے فارغ ہوکر اعلیٰ تعلیم کے لیے اسپین گئے، وہاں کی میڈرڈ یونیورسٹی سے ڈاکٹر آف لاء کی ڈگری حاصل کی۔

محمد بن عبدالکریم کے والد شروع میں اسپینی استعمار کے تعلق سے بعض خوش فہمیوں میں مبتلا تھے جو اسپینیوں نے از خود مقامی ریفیوں پر اپنے ظلم وستم کے ذریعہ دور کردیں۔ انھوں نے اسپینی حاکموں کے خلاف آواز اٹھائی اور ملیلا سے ریفیوں کو اسپینیوں کے خلاف متحد کرنے کی تحریک شروع کی۔ نتیجتاً ان کا گھر جلا دیا گیا۔ 1909 میں محمد بن عبدالکریم اسپین سے لوٹ کر ملیلا میں اپنے والد سے آ ملے۔ انھوں نے ملیلا میں وکالت شروع کی، کچھ دنوں تک ایک اسپینی اخبار میں صحافتی کام بھی کیا۔ اب اسپینیوں کا ماتھا ٹھنکا۔ اسپین سے پڑھے ہوئے اس قابل نوجوان کو اسپینیوں نے اپنے دام تزویر میں پھانس لینا چاہا۔ حکام نے انھیں اسپینی مراکش کی وزارت حربیہ میں افسر، پھر فوجداری عدالت کا کونسلر، اور پھر دو سال کے اندر اندر چیف جسٹس بنا دیا۔ ان اعلیٰ عہدوں اور اسپینی سماج میں اٹھنے بیٹھنے سے محمد بن عبدالکریم کو اسپین کے خطرناک عزائم کا صراحت سے علم ہوا؛ غیر ملکیوں بالخصوص جرمنوں سے تعلقات

استوار ہوئے اور کئی اہم وخفیہ دستاویزات تک رسائی ہوئی جن تک عام آدمی کا پہنچنا ناممکن تھا۔ لیکن حکام کی توقعات کے برخلاف عہدے اور کرسیاں نوجوان عبدالکریم کے ضمیر اور ایمان کو متزلزل نہ کر سکے۔
جنگ عظیم اول ختم ہوتے ہوتے مراکش میں اسپین کے خلاف بے اطمینانی کی لہر تیز ہوگئی۔ عوام وخواص احتجاج میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ اسپین کے شاہ الفانسو نے جنرل سلوسٹر کو ریف میں پیش قدمی کا حکم دے دیا تھا۔ اسی زمانے (1920 کے آس پاس) کی بات ہے کہ ملیلا میں، جبکہ آپ وہاں قاضی تھے، ایک اسپینی فوجی افسر ایک ریفی کو بے رحمی سے کوڑے مارنے لگا۔ ریفی کی فریاد سننے والا کوئی نہیں تھا۔ قاضی عبدالکریم نے جب یہ منظر دیکھا تو آگے بڑھ کر فوجی افسر سے باز پرس کی۔ فوجی افسر نے بتایا کہ اس ریفی کے خچر نے اس کو لات ماردی تھی، اور اس کے عوض وہ ریفی کو سبق سکھا رہا ہے۔ قاضی کی مداخلت کے باوجود وہ افسر ریفی کو پیٹتا ہی رہا۔ قاضی سیدھے کمانڈر انچیف سلوسٹر کے پاس پہنچے اور متعلقہ افسر سے سخت باز پرس کا مطالبہ کیا۔ سلوسٹر نے غرور وتکبر سے کہا کہ ''کسی اسپینی کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہوگی کیونکہ ہر اسپینی اس علاقے کا حاکم ہے اور وہ جو چاہے کرے گا۔'' قاضی عبدالکریم نے غضبناک ہو کر سلوسٹر کو خوب صلواتیں سنائیں اور صاف صاف کہہ دیا کہ **''یہ کوڑے اسپین کو بہت مہنگے پڑیں گے۔''** سلوسٹر نے انھیں قید کرا دیا۔ قاضی عبدالکریم جیل کی کھڑکی سے فرار ہونے کی کوشش میں اپنی ٹانگ توڑ بیٹھے۔

لنگڑا مجاھد: اسپینی کمانڈر کو دیا گیا چیلنج کسی دیوانے کی بڑ نہیں تھی بلکہ محمد بن عبدالکریم کا عزم مصمم تھا۔ جیل اور اسپتال کی سیر کرنے کے بعد انھوں نے ملیلا کو خیر آباد کہا اور اجدیر واپس آئے۔ انھوں نے وقت ضائع نہیں کیا، اور آتے ہی اپنے قبیلے بنی ورياغل اور دوسرے قبائل کے سرداروں کا ایک بڑا اجتماع بلایا۔ قوم کا تاریک مستقبل ان کی نگاہوں کے سامنے تھا، وہ جانتے تھے کہ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھ رہنا خودکشی کے مترادف ہے۔ انھوں نے اسپینی استعمار کے بڑھتے ہوئے سیلاب سے سرداروں کو آگاہ کیا، لیکن مردانِ حر کی پہلی پکار اکثر و بیشتر 'رائیگاں' ہی گئی ہے۔ قبائلی تعصّبات بہت گہرے تھے، ہر قبیلہ آزاد و خود مختار اور ایک دوسرے کا دشمن تھا۔ ان قبائلی سرداروں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ وہ اسپین جو ایک زمانے سے مراکش کے ایک بڑے حصے پر حکمراں ہے اور جس نے کبھی آگے بڑھ کر پہاڑوں میں مقیم ریفی قبائل پر ہاتھ نہیں ڈالا وہ اب کیوں حملہ آور ہوگا۔ اور اگر یہ حملہ ہو بھی گیا تو ہر ہر قبیلہ اپنے اپنے طور پر ان سے کیوں نہ نپٹ سکے گا۔ عبدالکریم نے اسپین کی طاقت اور اس

کے مقابلے میں اتحاد کی ضرورت لاکھ سمجھائی لیکن سب بے سود۔ یہ اجتماع ناکام رہا، قبائلی سرداروں نے اتحاد کرنے اور مل کر اسپین کا مقابلہ کرنے یا اسپین کے خطرے کو خطرہ سمجھنے سے صاف انکار کر دیا۔
عبدالکریم پہلی ناکامی پر ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھ رہنے والوں میں سے نہ تھے۔ وہ اپنی سی کوشش کر کے نتیجہ اللہ کے ہاتھ میں چھوڑنے والوں میں سے تھے۔ کوئی ساتھ آئے یا نہ آئے انھوں نے اسپینی استعمار کے سامنے سپر بننے کی ٹھان لی۔ عبدالکریم نے اپنے قبیلے کے گاؤں اور دیہات کا مکمل دورہ کیا اور ہر جگہ لوگوں کو جہاد پر ابھارا۔ بالآخر اپنے قبیلے بنی وریاغل کے 125 بے سروسامان نوجوانوں کی ایک مختصر سی ٹولی کے ساتھ امیر عبدالکریم نے وقت کی ایک عظیم فوجی طاقت کے خلاف گوریلا جنگ کا آغاز کر دیا۔
گولیوں اور کارتوسوں کی انتہائی کم مقدار ساتھ تھی، اس میں سے بھی سولہ سو راؤنڈ گولیاں امیر عبدالکریم نے اپنے ذاتی سرمایے سے خرید کر تقسیم کی تھیں۔ عام مقابلہ اور دھڑا دھڑ فائرنگ کے بدلے بجلی کی طرح اپنے دشمنوں پر ٹوٹ پڑنا اور تباہی پھیلا کر اپنی کمین گاہوں میں غائب ہو جانا، مجاہدین کی جنگی حکمت عملی قرار پائی۔
بہت جلد اسپینی افواج، اپنے پورے کروفر کے ساتھ، سلوسٹر کی قیادت میں ریف کے پہاڑی علاقوں پر حملہ آور ہوئیں۔ اسپینی بغیر کسی مزاحمت کے اندر دور تک چلے آئے۔ ویسے بھی انھیں اس بات کی کوئی امید نہیں تھی کہ کوئی لنگڑا اجج اپنے نیم مسلح سے گروہ کے ساتھ اسپینی مشین گنوں اور توپوں کی گھات میں ہوگا۔ اسپینی فوج آگے بڑھتے بڑھتے اپنے عقب اور رسد کو محفوظ رکھنے کے لیے قلعوں کے انداز میں مضبوط چوکیاں بناتی چلی آتی تھی۔ انھیں ریف سے کھدیڑ دینے کے لیے ان چوکیوں پر قبضہ ضروری تھا۔ امیر عبدالکریم نے اپنی مختصر فوج کے ذریعے پہلی چوکی ابران پر قبضہ کر لیا۔ اسپینی کثیر تعداد میں وافر اسلحے کے ساتھ تھے لیکن وہ کسی قسم کے منظم حملے کی توقع نہیں کر رہے تھے؛ یہ تو ان کے وہم و گمان میں نہیں تھا کہ مجاہدین قلعے کی فصیل پھاند جائیں گے اور علی الصبح قتل و خون کا بازار گرم کر دیں گے۔ اس قلعے کی فتح کے بعد امیر عبدالکریم تن تنہا قبیلہ تمسامان گئے اور انھیں جہاد پر اکسایا۔ قلعہ ابران کی فتح نے قبیلہ تمسامان پر اچھے اثرات مرتب کیے اور وہ امیر عبدالکریم کا ساتھ دینے پر آمادہ ہو گئے۔ جون اور جولائی 1921 میں 500 مجاہدین کے ساتھ عبدالکریم نے اسپینی فوج کی بنائی ہوئی ساری قلعہ نما چوکیوں کو فتح کر لیا؛ اسپین کی 14000 نفوس پر مشتمل فوج منہ دیکھتی رہی۔
21 جولائی کو فیصلہ کن جنگ شروع ہوئی۔ مجاہدین کے پاس کارتوسوں کی بہت محدود تعداد ہی باقی تھی،

جن کے کفایت شعارانہ استعمال پر جنگ کی کامیابی کا دارومدار تھا۔ اسپین کے عظیم توپ خانہ کے جواب میں ریفی مجاہدین کے پاس ایک ہی توپ تھی، جو کسی مورچے پر اسپینی فوجوں ہی کو ڈھول چٹا کر حاصل کی گئی تھی۔ رمضان کا مہینہ تھا اور مجاہدین روزے سے تھے۔ اسپینیوں کا ٹڈی دل ان کی طرف بڑھا چلا آرہا تھا۔ سلوسٹر نے اس فیصلہ کن معرکے میں اپنی ساری طاقت جھونک دی تھی۔ مجاہدین مایوس نہیں تھے، امیر عبدالکریم کے ولولہ انگیز خطابات نے ان میں آگ لگا رکھی تھی۔ انھوں نے کہا تھا کہ: کل یوم البدر ہے، جیت کارتوسوں اور توپ خانوں سے نہیں ہوتی؛ ایمانی قوت کے بل پر ہوتی ہے۔ مجاہدین اپنے مورچوں پر دم سادھے بیٹھے تھے اور اسپینی بڑھے چلے آرہے تھے۔ جب اسپینی بہت قریب آگئے، تو ریفیوں کو فائر کرنے کا حکم ملا۔ ریفی مجاہدین بے جگری سے گولیاں چلاتے رہے، تب تک چلاتے رہے جب تک کہ ان کی گولیاں ختم نہ ہوگئیں اور جب گولیوں کا یہ دھواں چھٹا تو انھوں نے دیکھا کہ اسپینی سپاہی یا تو ڈھیر ہوگئے ہیں یا دم دبا کر بھاگ رہے ہیں۔ سلوسٹر نے اپنی فوج کو پسپائی کا حکم دے دیا تھا۔ مگر دروں اور پہاڑوں پر ریفی مجاہدین گھات لگائے بیٹھے تھے، اسپینی فوج کا جان بچا کر بھاگنا مشکل ہوگیا۔ اس کامیابی کے بعد اب دیگر قبائل بڑی تعداد میں امیر عبدالکریم کے پرچم تلے اکٹھا ہونے لگے۔

جنرل سلوسٹر یا تو مارا گیا یا اس بدترین شکست کے صدمے میں خودکشی کرلی۔ نئے جنرل نوارو نے 2 اگست کو امیر عبدالکریم کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔ اس پوری جنگ کے دوران ریفیوں نے 18000 اسپینی فوجی مار گرائے، 1931 رائفلیں، 392 مشین گنیں، 129 توپیں، کئی لاکھ کارتوس اور ہزاروں گولے ضبط کیے۔ گیارہ سو کے قریب اسپینی سپاہی قید ہوئے۔

مراکش میں اسپین کی یہ شرمناک شکست، ایک سیاسی خلفشار کا پیغام ثابت ہوئی۔ شاہ الفانسو کے خلاف جنرل ریویرا نے فوجی بغاوت کردی۔ ستمبر 1923 میں ریویرا اسپین کا ڈکٹیٹر بن گیا لیکن 1931 میں ریویرا کی اس آمریت کا بھی خاتمہ ہوگیا۔

اسلامی حکومت کا قیام: امیر عبدالکریم نے جنوری 1923 میں جمہوریہ ریف کے قیام اور آزادی کا اعلان کردیا۔ جمہوریہ کے قیام کے ساتھ بین الاقوامی تعاون کے حصول کے لیے امیر عبدالکریم نے اپنے بھائی محمد الخطابی اور دو بہنوئیوں کو پیرس اور لندن سیاسی حمایت کے لیے بھیجے۔ وہ ان ممالک کے توسط سے ریفی مسئلہ کو مجلس اقوام میں اٹھانے کے خواہاں تھے۔ یہ بڑی مملکتیں ان کی بڑھتی ہوئی طاقت سے کس حد خوفزدہ ہیں اور ریف کی نوزائیدہ مملکت کے خلاف کن سازشوں میں

مشغول ہیں اس کا اندازہ سادہ دل امیر عبدالکریم کو نہ تھا۔
امیر نے اپنی حکومت کو جدید خطوط پر استوار کیا۔قبائلی انارکی کو ختم کیا، غلامی ختم کی، حشیش کے کاروبار پر پابندی لگائی، باضابطہ عدالتیں قائم کیں، رواجی قوانین ختم کر کے شرعی قانون نافذ کیا۔ پورے ملک میں مبلغین پھیلا دیے گئے جو لوگوں کو اسلامی خطوط پر زندگی گزارنے اور جہاد فی سبیل اللہ کی تلقین کرتے۔ان کی زندگی نہایت سادہ تھی، موٹے جھوٹے کپڑے پہنتے تھے اور رعایا سے گھلے ملے رہتے تھے۔نئی مملکت کے استحکام کے لیے فنڈس بڑے محدود تھے اس ضمن میں ریفیوں نے خصوصاً ریفی خواتین نے انفاق فی سبیل اللہ کی شاندار مثال قائم کی۔

مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا: اپنی غیر متوقع مگر فیصلہ کن شکست کے بعد اسپین نے ریف میں اپنی پوری طاقت جھونک دی۔ 1922 کے اواخر تک تقریباً دو لاکھ اسپینی فوجی ریف میں اتارے جا چکے تھے۔ بمبار طیارے ساتھ تھے۔ ریویرا نے تختہ پلٹ کے بعد سیدھے مراکش کا رخ کیا اور فوج کی کمان سنبھال لی تھی۔لیکن امیر عبدالکریم کی جنگی چالوں کے سامنے ریویرا کی ایک نہ چلی۔متعدد معرکوں میں امیر عبدالکریم نے چابک دستی سے اپنے مختلف لشکروں کو اس طرح قینچی کی طرح استعمال کیا کہ اسپینیوں کے چھکے چھوٹ گئے۔دسمبر 1924 تک وہ بیس ہزار کے قریب فوجی گنوا چکے تھے جن میں ایک جنرل اور کئی بڑے افسران شامل تھے۔جنوری 1925 میں اجدیر کے گورنمنٹ ہاؤس میں جلسۂ فتح منعقد کیا گیا، شکرانے پڑھے گئے۔
فرانس، جس کی حکومت الجزائر تک تھی، وہ مراکش میں ایک عظیم قائد کے سائے میں اس بڑھتی ہوئی اس اسلامی قوت کو جلد از جلد کچلنا چاہتا تھا۔اسے خوف تھا کہ کہیں آزادی کی یہ 'وبا' مراکش سے ہوتے ہوئے الجزائر اور دوسرے نوآبادیاتی علاقوں تک نہ پہنچ جائے۔ فرانس نے مراکش کے ساتھ سرحدوں کے تعین کے مسئلے کو بہانہ بنا کر ریف کی مملکت پر حملہ کر دیا، تاکہ اسے مزید مستحکم ہونے کا موقع نہ ملے۔اسی زمانے میں ریفی مجاہدین اسپین کو پے در پے شکستوں سے دوچار کر رہے تھے۔
ایک بڑی استعماری طاقت سے کامیاب مگر (کمزور کر دینے والے) مقابلے کے بعد ریف کی مملکت کو اپنے استحکام کے لیے وقت اور امن کی ضرورت تھی لیکن یہی استحکام فرانس کے استعماری مفادات کے خلاف تھا، لہذا اس نوزائیدہ اسلامی مملکت کو کسی قسم کی مہلت دیے بغیر فرانس نے اپنی پچاس ہزار سے زائد فوجیں ریف میں داخل کر دیں؛ اور اندر تک دندناتا ہوا چلا گیا۔لیکن جلد ہی فرانس کے عزائم

بھی ہوا ہو گئے جب فرنسیسیوں کے اسپینیوں سے بھی زیادہ مؤثر ہتھیار اور قہر ڈھاتا فضائی بیڑا بھی ان کی پیش قدمی کو زیادہ نہ بڑھا سکا۔ بالآخر فرانس کو پسپا ہونا پڑا۔ فرانس نے اپنے ہزاروں گھائل اور مہلوکین میدان میں چھوڑے۔

اب فرانس نے اسپین کے ساتھ ہاتھ ملالیا۔ اسپین کی طرح اب زخمی فرانس نے بھی ریف میں لاکھوں کی تعداد میں فوجیں بھیجیں۔ فرانس نے گھی نکالنے کے لیے ٹیڑھی انگلی کا بھی بخوبی استعمال کیا اور رشوت دے کر امیر عبدالکریم کے کچھ سرداروں کو اپنے ساتھ ملالیا۔ ان سرداروں نے معرکے کے ایک اہم موڑ پر پسپائی اختیار کر لی اور اس طرح دشمن کے لڑاکا طیاروں اور ٹینکوں کی فوج ظفر موج جو کام نہ کرسکی وہ آستین کے چند سانپوں نے کر دکھایا۔ ریف کی شکست یقینی ہوگئی۔

آھنی سلاخیں: متعدد قبائلی سرداروں کی دغابازی اور کثیر تعداد میں مجاہدین کی شہادت کے بعد امیر عبدالکریم کے پاس صرف چند سو نفوس رہ گئے تھے۔ وہ اب بھی جنگ جاری رکھنا چاہتے تھے لیکن ان کے خیر خواہوں نے مشورہ دیا کہ ریفی یہ جنگ ہار چکے ہیں اور اب گھر کی عورتوں اور بچوں کو قتل عام سے بچانے کا واحد راستہ یہ ہے کہ ہتھیار ڈال دیے جائیں۔ بالآخر مجاہد عبدالکریم نے دو استعماری قوتوں کے خلاف ایک طویل اور صبر آزما جنگ کے بعد خود سپردگی کردی۔ انھیں مع خاندان جزیرہ ری یونین میں قید کر دیا گیا۔ امیر عبدالکریم یہاں 21 برس تک قید رہے۔ بعد ازاں انھیں مصر میں سیاسی پناہ مل گئی۔ اکیس سال کی قید کے بعد جب وہ مصر پہنچے تو ان کا شاہانہ استقبال کیا گیا۔ وہاں پہنچ کر وہ اپنی پیرانہ سالی کے باوجود خالی نہیں رہے بلکہ شمالی افریقہ کی دفاعی لیگ کے قیام میں اہم کردار نبھایا اور اس کے پہلے صدر بنائے گئے۔ امیر عبدالکریم استعمار کے خلاف مسلح جدوجہد کے قائل تھے۔ الجزائر کی جنگ آزادی میں ان کی رہنمائی کام آئی۔ انھوں نے شمالی افریقہ کے مختلف ملکوں کے نوجوانوں کو فوجی تربیت کے لیے اپنے خرچ سے قاہرہ، عراق اور شام بھیجا۔ امیر عبدالکریم کی گوریلا لڑائی کی تکنیکوں سے بعد میں ہوچی منہ (ویتنام)، چے گویرا (ارجینٹینا)، اور ماؤ زے تنگ (چین) وغیرہ نے خوب استفادہ کیا۔ 6 فروری 1963 کو معدے کے کینسر میں مبتلا ہو کر مجاہد عبدالکریم اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے۔

اللہ تعالیٰ استعمار کے سیلاب کے خلاف اس غیر متزلزل چٹان، اس شیر دل مجاہد کو دنیاوی 'ناکامی' کے بدلے ابدی کامیابی سے ہمکنار فرمائے اور ان کے جوش، جذبے، حمیت اور حوصلے سے ہمیں سبق سیکھنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین!